مولانا عبداللطیف مدنی
استاذ الحدیث جامعہ عربیہ چنیوٹ

(درسِ حدیث)

اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر قائم ہے

باب ماجاء بنی الاسلام علی خمس

(اس بات کا بیان کہ اسلام کی عمارت پانچ چیزوں پر اٹھائی گئی ہے)

حدیث: **عن ابن عمر قال: قال رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم : بنی الاسلام علٰی خمس شھادة ان لاالہ الا اللّٰہ وان محمد رسول اللّٰہ واقام الصلوٰة وایتاء الزکوٰة وصوم رمضان وحج البیت وفی الباب عن جریر بن عبداللّٰہ ھٰذا حدیث حسن صحیح وقد روی من غیر وجہ عن ابن عمر عن النبی صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم نحو ھٰذا وسعیر بن الخمس ثقة عند اھل الحدیث** (جامع ترمذی ۵۴۲/۲۔حدیث نمبر ۲۶۰۹، کتاب الایمان)

ترجمہ:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اسلام کی عمارت پانچ چیزوں پر اٹھائی گئی ہے (۱) اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں (۲) اور نماز پابندی سے ادا کرنا (۳) زکوۃ دینا (۴) حج کرنا (۵) اور رمضان المبارک کے روزے رکھنا۔

تشریح:

علماء کرام نے فرمایا ہے کہ حرف ''علی'' مِن کے معنی میں ہے یعنی ''بنی الاسلام من خمس'' اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں سے ہے اس صورت میں اسلام اوران پانچ چیزوں کے غیر غیر ہونے کا اشکال ختم ہوجاتا ہے۔

اس حدیث میں اسلام کوایک خیمہ کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جو پانچ ستونوں پر قائم ہے۔ایک قطب یعنی درمیان والا مضبوط ستون اور اردگرد چاروں طرف اوتاد (کھونٹے) جنہیں رسیوں سے کھڑا کردیا جاتا ہے۔شہادت تو بمنزلہ قطب کے ہے اور دوسرے چاروں بمنزلہ اوتاد (کھونٹوں) کے ہیں اگر ان میں سے کوئی نہ رہے تو وہ جگہ ناقص رہے گی اور اگر قطب (درمیان والا ستون) ہی گر جائے تو خیمہ ہی باقی نہ رہے گا۔

اسی طرح شہادت نہ رہی تو ایمان ہی نہ رہے گا اور خیمہ جس طرح گرمی سردی، بارش وغیرہ دنیوی آفات و مصائب سے حفاظت کرتا ہے اسی طرح اسلام آخروی آفات وبلایا سے محفوظ رکھتا ہے۔پھر یاد رہے کہ ان پانچ ارکان میں حصر مقصود نہیں، ارکان اسلام تو اور بھی ہیں ان کی تخصیص صرف اہم اور مشہور ہونے کی وجہ سے ہے اور ان پانچ چیزوں کا بنیاد اسلام ہونے کا مطلب یہ ہے کہ یہ اسلام کے بنیادی فرائض ہیں جن پر اچھی طرح عمل کرنے سے باقی ارکان واحکام پر عمل کرنا آسان ہوجاتا ہے۔

عبادات اربعہ کی وضاحت:

اللہ رب العزت حاکم مطلق اور احکم الحاکمین ہیں اور ہم اس کے بندے اور محکوم ہیں اور اللہ سبحانہ کی دو شانیں ہیں۔ شانِ جلال اور شانِ جمال' بعض عبادات شانِ جلال کی مظہر ہیں اور بعض شانِ جمال کی۔ نماز اور زکوٰۃ شانِ حاکمانہ کی مظہر ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کا جلال نمایاں ہوتا ہے۔ چنانچہ ''اذان'' دربارِ شاہی کھلنے کا اعلان ہے۔ دربار میں حاضری کے لیے لباس کی نظافت اور بدن کی طہارت کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ اور عمدہ لباس کا انتخاب ہوتا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

خذوا زینتکم عند کل مسجد (الاعراف)

تم مسجد میں حاضری کے وقت اپنا لباس پہن لیا کرو اور دربار کی طرف سکون اور وقار کے ساتھ جایا جاتا ہے دوڑتے ہوئے نہیں جاتے۔ حاکم کی مجلس خاص میں حاضر ہونے سے پہلے کچھ وقت انتظا کرنا ہوتا ہے اس لیے نماز میں مناسب یہ ہے کہ جماعت شروع ہونے سے (قبل) کچھ دیر پہلے مسجد میں پہنچ کر انتظار کرے اس کے بعد اللہ اکبر کہتا ہوا ہاتھوں کے اشارے سے ماسوا اللہ کو پس پشت ڈال کر بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہو جاتا ہے اسی کا نام ''تکبیر تحریمہ'' ہے۔ حاکم کے دربار میں پہنچ کر لوگ سب سے پہلے سلام وآداب بجالاتے ہیں۔ اس لیے حکم ہے کہ نماز شروع کرتے ہی امام اور سب مقتدی **سبحانک اللھم** الخ پڑھیں اس کے بعد ایک نمائندہ سب حاضرین کی طرف سے درخواست پیش کرتا ہے جس کا مضمون بھی اللہ تعالیٰ نے سورۃ فاتحہ کے ضمن میں خود سکھلا دیا اس لیے اس کا نام ''تعلیم المسئلہ'' بھی ہے جسے صرف جماعت کا نمائندہ یعنی امام ہی پڑھتا ہے اس کے بعد سب مقتدی ''آمین'' کہہ کر امام کی پیش کردہ درخواست کی تائید وتصدیق کرتے ہیں۔

فاتحہ کے جملوں پر دادِ الٰہی:

اس درخواست کے ہر جملہ پر اللہ رب العزت کی طرف سے داد بھی دی جاتی ہے چنانچہ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قسمت الصلوۃ بینی وبین عبدی نصفین ولعبدی ماسأل الخ

ترجمہ: ''میں نے اپنے اور اپنے بندے کے درمیان نماز تقسیم کر دی ہے اور میرا بندہ جو مانگتا ہے' وہ ملتا ہے تو جب بندہ **الحمدللّٰہ رب العالمین** کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے نے میری تعریف کی اور جب بندہ ''**الرحمن الرحیم**'' کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے نے میری توصیف کی اور جب بندہ ''**مالک یوم الدین**'' کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی۔

اور جب میرا بندہ ''**ایاک نعبد وایاک نستعین**'' کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان آدھی، آدھی تقسیم ہے اور میرا بندہ جو مانگے وہ ملے گا اور جب بندہ کہتا ہے ''**اھدنا الصراط المستقیم**'' الایۃ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ سب میرے بندے کے لیے ہے اور میرا بندہ جو مانگے گا وہ ملے گا۔ (مسلم شریف، ۱/۱۶۹)

اس سے معلوم ہوا کہ سورۃ فاتحہ کی ہر آیت پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے داد دی جاتی ہے۔ حدیث سے بھی ثابت

ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سورۃ فاتحہ کی ہر آیت پر وقف فرماتے تھے۔ اس لیے ہمیں بھی چاہیے کہ سورۃ فاتحہ کی ہر آیت پر وقف کریں اور تصور کریں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو سن لیا اور جواب دیا۔ اس غرض سے وقف کرنے پر حافظ ابن قیمؒ اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے تنبیہ فرمائی ہے۔ اس کے بعد سب مقتدی ''آمین'' کہہ کر امام کی پیش کردہ درخواست کی تائید اور تصدیق کرتے ہیں۔

اس دعاء و درخواست کے جواب میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بواسطہ امام قرآن مجید کا کچھ حصہ پڑھ کر سنا دیا جاتا ہے کہ تم نے ''**اھدنا الصراط المستقیم**'' میں جو ہدایت طلب کی ہے اس کے جواب میں ہم تمھیں یہ کتاب دیتے ہیں جو متقی اور پرہیزگاروں کے لیے ہدایت ہے۔ نماز میں یہاں تک تو صرف زبان سے حمد و ثنا تھی۔ اس کے بعد اعضاء سے بھی آداب بجالانے کے لیے رکوع میں جھک جاتا ہے۔ پھر امام ''**سمع اللّٰہ لمن حمدہ**'' کہہ کر یہ خوشخبری دیتا ہے کہ آپ کی قولی و فعلی حمد قبول ہوگئی۔ اس بشارت پر شکر کے طور پر تمام مقتدی ''**ربنا لک الحمد**'' کہہ کر اور زیادہ حمد کرتے ہیں۔ پھر ''احکم الحاکمین'' کے سامنے انتہائی عاجزی ظاہر کرنے کے لیے ''اشرف الاعضاء'' یعنی چہرہ خاک میں ملا دیتا ہے اور دوبارہ سجدہ کر کے یہ ظاہر کرتا ہے کہ شانِ جلال و جمال دونوں پر مرمٹنے کے لیے تیار ہے۔

زکوٰۃ:

نماز پڑھ کر اپنے غلام و فرماں بردار ہونے کا اقرار و اظہار کر دیا کہ میں آپ ہی کا فرماں بردار غلام ہوں اور آپ احکم الحاکمین ہیں۔ میں فرماں بردار محکوم ہوں اور آپ کی ہی حکومت میں بس رہا ہوں اور ہر حکومت کی طرف سے اپنی رعایا پر محصول مقرر کیا جاتا ہے۔ تاکہ یہ معلوم ہوجائے کہ ہماری رعایا جان و مال دونوں سے حاضر ہے۔ اس لیے اللہ رب العزت نے اپنی حاکمانہ شان سے زکوٰۃ کو فرض کر دیا اور حکم دیا کہ ہمارے دیئے ہوئے مال سے زکوٰۃ ادا کرو اور بندہ زکوٰۃ ادا کر کے یہ ثابت کرتا ہے کہ ہم مال سے بھی اسی طرح حاضر ہیں جیسے ہم اپنی جان سے حاضر ہیں۔ غرضیکہ نماز و زکوٰۃ شانِ حاکمانہ یعنی شانِ جلال کی مظہر ہیں۔ اور روزہ و حج شانِ محبوبیت یعنی شانِ جمال کے مظہر ہیں۔

روزہ:

روزہ میں اللہ تعالیٰ کے ماسوا کو ترک کرنا ہے تین ہی چیزیں ایسی ہیں کہ جن کو چھوڑ دینے کے بعد انسان کو کسی چیز کی حاجت و ضرورت نہیں رہتی اور وہ تینوں چیزیں کھانا، پینا اور مباشرت ہیں جنہیں چھوڑ دینے کا نام روزہ ہے بشرطیکہ حکم الٰہی کی بجا آوری کی نیت ہو۔

حج:

مخصوص زبان میں مخصوص مکان کی مخصوص طریق سے زیارت کا نام حج ہے۔ بندہ روزہ و حج (ان دونوں) کو ادا کر کے اپنی محبانہ اور عاشقانہ شان ظاہر کرتا ہے اس لیے کہ یہ اصول ہے کہ جب کوئی شخص کسی پر عاشق ہوتا ہے تو عشق کی پہلی منزل یہ ہوتی ہے کہ اس کا کھانا اور رات کی نیند حرام ہوجاتی ہے پھر دوسری منزل یہ آتی ہے کہ عاشق صادق ہر چیز سے

قطع تعلق کر کے تنہائی میں بیٹھ کر محبوب کے تصور میں ہمہ تن مشغول رہتا ہے ؎

جی ڈھونڈتا ہے پھر وہی فرصت' کہ رات دن
بیٹھے رہیں تصورِ جاناں کیے ہوئے

پھر تیسرا مقام یہ آتا ہے کہ جب تنہائی میں محبوب کا تصور کرتے کرتے اس کی محبت رگ وپے میں سرایت کر جاتی ہے تو پھر عشق صادق خلوت وتنہائی کو بھی چھوڑ کر محبوب کے گھر کا راستہ لیتا ہے اس کے گھر کا طواف کرتا ہے اور درودیوار کو بوسہ دیتا ہے اور عشق کا آخری مرحلہ یہ ہے کہ عاشق اپنی جان کا نذرانہ محبوب کے پاؤں میں رکھ کر قربان ہو جائے جیسے پروانہ، جو شمع کا مجازی عاشق ہے وہ شمع کے گرد چند بار طواف اور چکر لگا کر بالآخر اپنی جان قربان کر دیتا ہے۔

کارِ عاشق خونِ خود بر پائے جاناں ریختن

تو حاجی بھی اپنے آپ کو قربانی کے لیے پیش کر دیتا ہے مگر محبوب حقیقی کی طرف سے آواز آتی ہے کہ:

لا تقتلوا انفسکم (تم اپنے آپ کو قتل مت کرو)

اپنی جان کے بدلے اپنے کسی محبوب جانور دنبہ، بکرا، گائے اور اونٹ کو ذبح کر دو۔ یہ تمہاری جان کا بدلہ ہے جو ہم تمہاری قربانی کی بجائے قبول ومنظور کر لیتے ہیں۔

عباداتِ اربعہ کا باہمی ربط:

یہ بنیادی عبادتیں باہم مربوط ہیں کہ نماز اور زکوٰۃ اس کی شانِ عظمت وجلال کا تقاضا ہے۔ روزہ اور حج سراسر محبوب کے جلوۂ حسن وجمال کا مظہر اور اس کے فضل وکمال کا آئینہ دار ہے۔ اس لحاظ سے اسلام کی ان اساسی عبادتوں میں گہرا تعلق اور ربط ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنے جلال وجمال کا صحیح احساس اور اپنی بندگی وغلامی کی کامل توفیق عنایت فرمائے۔ آمین

☆☆☆